باسمہ تعالیٰ

حضرت مولانا اعجاز احمد اعظمیؒ کی

شخصیت کے تابناک پہلو

محمد اللہ قاسمی، دیوبند

حضرت مولانا اعجاز احمد اعظمی دورِ حاضر کے ان مشہور علماء میں سے تھے جنھوں نے ان گنت قلوب واذہان پر اپنی علمی و عملی اور تصنیفی و تربیتی اور ظاہری و باطنی خوبیوں کے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ مولانا جہاں ایک طرف ایک باصلاحیت عالم دین تھے وہیں وہ ایک عظیم معلم، رجال ساز اور شفیق مربی تھے۔ اگر وہ ایک حیثیت سے صاحب طرز قلم کار اور کثیر التصانیف مقبول مصنف تھے تو دوسری حیثیت سے وقت کے نبض شناس اور مسلک ومشرب کے فداکار تھے۔ اگر ایک طرف وہ دین وشریعت کے رازدار تھے تو دوسری طرف سلوک وطریقت کے نکتہ داں اور اداشناس بھی تھے۔ آپ کی شخصیت ہشت پہلو ہیرے کی مانند تھی جس سے کاشانۂ علم ومعرفت جگمگا اٹھا۔ اس سے جہاں مدارس کی سونی درسگاہیں آباد ہوئیں وہیں دینی وعلمی لٹریچر میں زبان وادب کی شیرینی پیدا ہوئی، اگر انھوں نے ایک طرف ایک ہاتھ سے جام شریعت لنڈھایا تو دوسرے ہاتھوں سے سندان عشق سے بھی شوق فرمایا اور دونوں کے ساتھ پورا انصاف کیا۔

ایک عظیم معلم اور رجال ساز شخصیت

تعمیر شخصیت اور رجال سازی کی صلاحیت اس دور میں اگر نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے، اس کوہ کنی کے عمل میں مولانا طاق تھے۔ مردم سازی کی صفت جوابِ خال خال لوگوں میں ہی ہوتی ہے اس سے مولانا کو فیاض ازل کی طرف سے وافر حصہ ملا تھا۔ مولانا ایک مثالی استاذ اور مربی تھے جو آپ کی ہمہ جہت شخصیت کا سب سے اہم پہلو تھا جس میں آپ نے اپنی باسٹھ سال کی عمر عزیز کے ۴۲ سال صرف کیے۔ جامع مسجد امروہہ، جامعہ اسلامیہ بنارس، مدرسہ دینیہ غازی پور، ریاض العلوم گورینی جون پور جہاں بھی رہے طالبان علوم دینیہ کی نگاہوں کا مرکز بنے رہے اور درسی صلاحیت، مؤثر تربیت اور بے لوث خلوص کی بدولت آپ کے اردگرد اچھے اور باصلاحیت طلبہ کا ہالہ سا بن جاتا۔ حتی کہ دو دہائیوں سے شیخو پور (ضلع اعظم گڈھ) جیسے گم نام قریہ کے ایک ویران سے مدرسہ میں جب علم وفن کا چراغ روشن کیا تو کچھ ہی عرصہ میں اس کی کرنوں نے شمع علم کے پروانوں کو ملک کے کونے کونے سے شیخو پور میں جمع کر دیا اور اور اس بے نام قریہ میں علوم قرآن وحدیث کے پُرشور زمزمے چھڑ گئے۔ سچ ہے:

منعم بہ کوہ و دشت و بیاباں غریب نیست

ہر جا کہ رفت خیمہ زد و بارگاہ ساخت

مولانا کے شاگردوں اور مستفیدین کا ایک بڑا حلقہ موجود ہے جو ان کے نام کا شیدائی اور ان کے علم وہنر کا سب سے بڑا گواہ ہے۔ میں نے آپ کے شاگردوں پر آپ کی پرسحر شخصیت کا جتنا اثر دیکھا شاید مولانا وحید الزماں کیرانویؒ کے بعد کسی ایسی شخصیت کا نام نہ سنا ہوگا۔

کثیر التصانیف اور صاحب طرز قلم کار

مولانا دو درجن سے زائد کتابوں کے مصنف تھے۔ ان کتابوں میں کچھ ایسی بھی ہیں جن میں آپ کو خالص علمی اور دینی مسائل کی بحثیں نظر آئیں گی۔ آپ کی کتابوں میں کئی سوانحی حالات، سفرنامے اور خودنوشت آپ بیتی پر مشتمل نظر آئیں گی جن میں آپ کو متعلقہ شخصیت کی جیتی جاگتی تصویریں نگاہوں کے سامنے چلتی پھرتی نظر آئیں گی۔ جب کہ دیگر کتب ورسائل میں عصر حاضر کے مسائل اور اسلام کی روشنی میں ان پر آپ کی

فاضلانہ رائیں بڑے اعتدال وتوازن اور سلیقہ ووقار کے ساتھ سجی دھجی نظر آئیں گی۔ آپ کی تمام کتابوں میں مضامین کے تنوع کے ساتھ زبان وبیان کی رنگارنگی پورے شباب کے ساتھ موج زن نظر آتی تھی۔ آپ کے خطوط کے مجموعہ میں یہ ساری فنی اور علمی خوبیاں پورے طور پر مہیا ہیں جن میں ٹھیٹھ علمی موضوعات بھی ہیں، ایک معلم ومربی کی سنجیدہ ناصحانہ گفتگو بھی، پدری شفقت کا مظہر بھی پوری طرح موجود ہے اور یارانہ تخاطب کا بے باکانہ انداز بھی پوری طرح جلوہ گر۔ اس میں دل پرسوز کی آہیں بھی اور رند سرمست کی سی صدائیں بھی۔ پورا مجموعۂ مکاتیب خطوط نویسی کے ادب میں ایک قابل قدر اضافہ کہیے۔

طرز نگارش نہایت شستہ، سبک اور بہتے پانی کی مانند رواں دواں تھا۔ انداز تحریر سے قادر الکلامی اور کہنگی کی جھلک محسوس ہوتی تھی جس میں کلاسیکی خوبیوں کے ساتھ علمی وادبی چاشنی بھی برابر موجود ہوتی تھی۔ انھیں ٹھیٹھ اردو الفاظ کے برمحل استعمال پر بڑی قدرت تھی۔

مولانا بلا کے ذہین اور مطالعہ کے رسیا تھے۔ بڑے ثاقب الذہن اور اخاذ طبیعت کے مالک تھے۔ ایسا لگتا ہے کہ جس طرح وہ مطالعہ سے علوم ومعارف کے جواہر اخذ کرتے تھے اسی طرح وہ طرز واسلوب اور زبان وبیان کی خوبیوں کے موتی بھی سمیٹتے جاتے تھے جو دوران تحریر اُن کے قلم سے چھن چھن کر قرطاس وقلم کی سلامی قبول کیا کرتے تھے۔

مولانا کی کتابوں کے نام بھی اعلیٰ ذوق کے آئینہ دار ہیں جیسے بطواف حج کے سفرنامہ کا نام 'بہ طواف کعبہ رفتم'، خطوط کے مجموعہ کا نام 'حدیث دوستاں' وغیرہ۔ خودنوشت سوانح کا نام جب 'حکایت ہستی' سنا تو عجیب سا محسوس ہوا، مگر جب کتاب کے سرورق پر جب یہ شعر لکھا دیکھا تو سارے اشکالات کافور ہوگئے:

سنی حکایت ہستی تو درمیاں سے سنی
نہ ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا معلوم

مسلک دیوبند کے ترجمان

عزائم میں صلابت، دینی ومسلکی افکار میں تصلب، ایمانی غیرت وحمیت ان کی صفت خاصہ تھی۔ دیوبند کے مسلک حقہ کے ترجمان بلکہ فدا کار تھے۔ اسلام کے نام سے غیر اسلامی افکار وخیالات کے تعاقب میں انھیں خاص ملکہ حاصل تھا۔ جب بھی اور جہاں دینی قلعہ میں نقب زنی یا در اندازی کی آہٹ پاتے فوراً ایک متیقظ اور بہادر سپاہی کی طرح اسلامی حدود وثغور کی حفاظت کے لیے کمربستہ ہوجاتے۔ آپ کی بیشتر اداریے اور مضامین اسی نوعیت کے ہیں جس میں مسلک حق اور فکر صحیح کی ترجمانی کا بھرپور حق ادا کیا گیا ہے۔ نہایت توازن واعتدال کے ساتھ پوری سنجیدگی اور مسکت دلائل کے ساتھ بات رکھنے کا آپ کو خاص سلیقہ تھا۔

باطنی نسبتوں سے فیض یافتہ

باطنی نسبت کسی شخصیت کی تعمیر وتہذیب میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ جاذبیت، اثر انگیزی اور اخلاص ودل سوزی کا جوہر سلوک واحسان کے سنگلاخ زمینوں میں کوہ کنی کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے۔ مولانا کی شخصیت میں یہ عنصر ابتدا سے موجود تھا جسے بعد میں بزرگوں کی صحبتوں نے اور جلا بخشی۔ مصلح الامۃ حضرت مولانا وصی اللہ الہ آبادیؒ کو آپ نے دیکھا نہیں تھا، لیکن مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کی زبانی آپ کا اتنا ذکر سنا اور آپ کو ان سے طبعی طور پر اتنی مناسبت ہوئی کہ آپ نے ان کی ایک مکمل سوانح حیات لکھ ڈالی۔ دیار شرق کے مشہور صاحب کشف اُمی بزرگ حضرت چاند شاہؒ ٹانڈہ فیض آباد (خلیفہ حضرت شاہ ابوالحسن نصیر آبادیؒ) اور ان کے خلفاء کا تذکرہ آپ کے قلم سے منظر عام پر آیا۔

بالآخر سلسلۂ قادریہ سندھ کے نامور شیخ حضرت مولانا حماد اللہ صاحب ہالیجوی (خلفہ حضرت تاج محمود امروٹی) کے خلیفہ حضرت مولانا عبد الواحد دامت برکاتہم غازی پوری ثم پاکستانی کی جانب سے خلافت سے سرفراز ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سحر خیزی اور دل سوزی کی عظیم دولت

سے نوازا تھا۔شاید نسبت باطنی ہی کا اثر تھا جس نے آپ کی شخصیت کی سحر انگیزی، اثر آفرینی اور نکھار میں اضافہ کر دیا تھا۔

ایک قابل رشک شخصیت

مولانا نے ایک بھرپور، بامقصد اور قابل رشک زندگی بسر کی۔آپ کی روز وشب کی محنتوں، صبح وشام کی سرگرمیوں اور ماہ وسال کی ترکتازیوں میں ہم کوتاہ ہمت لوگوں کے لیے بڑا اسبق پوشیدہ ہے۔آپ نے دوران طالب علمی دارالعلوم دیوبند میں ابھی قدم ہی رکھا تھا کہ اسٹرائک کے ایک ناگفتہ بہ حادثہ سے دوچار ہوئے اور دارالعلوم سے ظاہری تعلق منقطع ہوگیا جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا اکثر ایک فارسی شعر نقل کیا کرتے تھے اور جسے وہ شاید مناسب حال سمجھتے تھے:

رفتم کہ خار از پا کشم محمل زچشمم دور شد
یک لحظہ من غافل شدم صد سال راہم دور شد

گو اپنی شخصیت پر لگے اس داغ کی کسک کو آپ محسوس کرتے رہے لیکن ان ساری رکاوٹوں اور گھاٹیوں کو عبور کرتے ہوئے علمی دنیا میں اپنی ایک شناخت بنائی، اپنی شخصیت کی تعمیر کی اور خود کو مشاہیر علمائے دیوبند کی صف میں لا کھڑا کیا۔شاید یہ اُسی کسک اور خلش کا فطری ردعمل تھا جس نے آپ کو کبھی چین سے بیٹھنے نہیں دیا اور بقیہ حیات کے لیے ہمہ دم سرگرم، متحرک اور فعال بنا دیا۔

اسلاف اور بزرگوں کے اسی مشن کو تادم مرگ آگے بڑھاتے رہے۔مدرسہ میں ہی علم وعمل کا یہ روشن چراغ گل ہوا اور مدرسہ کی خاک میں مدفون بھی ہوا:

جان ہی دے دی جگر نے آج پائے یار پر
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا